رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

Digitized by Khilafat Library

ہفت روزہ اخبار

بدر

قیمت فی پرچہ ۱ عام

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء | نمبر ۶

بقیہ سفرنامہ حضرت خلیفۃ المسیح

(گذشتہ اشاعت سے پیوستہ)

کہ یہ بات شرافت سے کہاں تک بعید ہے۔ بلکہ بعض مولوی رئیس تو خود دشہ دیتے تھے کہ بدمعاش آدمی وہاں جاں کر ایسی حرکتیں کریں ..... جو کچھ حضرت اقدس کی تعلیم تھی وہ بدلی نہیں اوس میں کچھ تبدیلی نہیں ہوئی۔ جو کچھ آپنے فرمایا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ خدا اور رسول کے مطابق فرمایا اور اسلئے آپکی تعلیم کا ایک ایک شوشہ اٹل ہے ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ لیکن خدا کا زبردست ہاتھ دنیا کو اپنے سلسلہ کی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہی لوگ ہیں وہی تعلیم ہے۔ وہی خیالات ہیں وہی عمل ہیں۔ ہاں اگر فرق ہے تو یہ کہ وہ محسود وجود نہیں رہے۔ اسے اللہ بھی دنیا تو خدا کے برگزیدہ نبی کے مقابلہ اور ان کے حسد سے کیوں ہلاکت میں پڑتی ہے۔ تجھ پر افسوس اور سخت ہی افسوس

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا شہر کے بہت سے رؤساء اس موقعہ پر آئے تھے اور ان میں سے بعض اس سلسلہ کے سخت معاندین میں سے تھے۔ لیکن عام طور پر سب پر اثر نیک ہوا۔ اور سب نے معلوم کر لیا کہ اگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنیوالا کوئی گروہ ہے تو وہ یہی فرقہ ہے۔

اس دن کی کاروائی نہایت عمدگی سے ختم ہوئی۔ دوسرے دن جلسہ میں ابھی رونق تھی۔ میرا لکچر بارہ بجے ختم پر تھا جو کہ انشاء اللہ رسالہ التشحیذ الاذہان میں چھپکر شائع ہو جاوے گا اس جگہ پر اسکے لکھنے کی ضرورت نہیں اس دن بھی لوگوں پر بہت اثر ہوا اور انکے دلوں میں وہ وحشت جو ہم سے رکھتے تھے کچھ دور ہوئی جلسہ کے ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں دہلی کو روانہ ہوا اور صبح آٹھ بجے کے قریب وہاں پہنچ گیا۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب سے پرویز اسٹرو پبلشر کے زیر طبع ہوا

یہی وہ شہر ہے کہ جس کی مخالفت نے اول ہی اول خطرناک صورت اختیار کی اور جہاں کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتوی سے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا مگر باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کا شہر ہے ایک خاص انس رہا ہے - آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ دہلی کی کے بادفات بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئینگی - اور انکی تڑپ سے یہ لوگ ہدایت پائیں گے - آپ فرماتے تھے کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اور بزرگ دفن ہیں جنکی تعداد دلوں سے بڑھ گئی ہے - کیا اس کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دیگا - غرض ایسے شہر میں آنا میرے لیے ایک عجیب بات تھی اور کئی کیفیتیں پیدا کر رہی تھی - میں اس شہر میں جاتا ہوں جس کے لوگوں نے سب سے شہروں سے زیادہ حضرت اقدس کا مقابلہ کیا جس میں سوائے ایکدو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی جنہوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے پیشقدمی کی اور پھر باوجود اسکے کہ جس شہر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت تھی - جسکی نسبت آپ کا فیصلہ ایک مدت پہلے سے آپ کی زبان سے سُن چکا تھا میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا وہ سلسلہ تھا کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے اور بڑے بڑے اقطاب و غوث امن کی نیند سو رہے تھے - اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے جنکو خدا و رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں جو ہر وقت دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں - ایک طرف تو مجھے وہ لوگ نظر آئے تھے جو قبروں میں ہوشیار فرشتے کے باوجود بھی زندہ ہیں - اور ایک طرف تو وہ لوگ جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بے ہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے - ایک طرف تو وہ گروہ تھا جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مارا اور دنیا کو زندہ کر دیا - مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی کہ جنہوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو زندہ سمجھا اور اپنے فائدہ کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا

غرض دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی - اور ایک ایک مقبرہ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شان خدانمائی رکھتی تھی - جو میرے دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہتی تھی - غرض بہت سی کیفیتیں میرے دل میں پیدا ہوئیں میں وہاں پہنچنے پر ہوا کہ میر قاسم علی صاحب جو کہ ایک پرجوش اور مخلص احمدی ہیں - دہلی میں میرا لکچر کرانے کی بھی تجویز ہوئی ہے چونکہ میں نے وہاں صرف ایکدو دن ٹھہرنا تھا - اسلیے ہفتہ کی رات کو لکچر قرار دیا - اور مسنون اسلام اور آریہ مذہب" قرار پایا - جمعرات کو ہم سب لوگ قطب الدین اولیاء - ہمایوں بادشاہ - منصور اور خواجہ قطب الدین صاحب کے مقابر دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے - سب سے پہلے تو وہ قطعہ دیکھا کہ جہاں لودہی خاندان کے بادشاہ رہا کرتے تھے اور جہاں ہمایوں بادشاہ نے بھی اپنی جائے رہائش بنائی تھی - یہ قلعہ بذات خود ایک عبرت مقام ہے بلکہ نہایت ہی عبرت کا مقام ہے - یا تو کسی وقت اسکی وہ شان و شوکت تھی - کہ ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ اسمیں رہتے تھے - اور یہ ان کا عشرت کدہ تھا - لیکن آج یہ حالت ہے وہ فصیل جو سخت خطرناک اور طاقتور دشمنوں کی روک تھام کیلیے بنائی گئی تھی - اب نہایت شکستہ حالت میں ہے پتھر گرے ہوئے ہیں لیں سے تو بہت ہی گری ہوئی ہے اور کہیں ذرا اچھی حالت میں ہے لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ دیوار کی چوڑائی نصف سے بھی کم رہگئی ہے - کیونکہ بہت کثرت کے ساتھ پتھر گر گئے ہیں غرض یہ تو باہر کی حالت ہوئی - اندر کا نظارہ اس سے بھی زیادہ عبرت ناک ہے - یعنی وہ قلعہ جہاں وہ لوگ رہتے تھے کہ جن کے آگے بڑے بادشاہوں کے سر جھکتے تھے اس میں گوجر رہتے ہیں - کوئی زمانہ ایسا ہوگا کہ اس قلعہ کی صفائی کا ایسا خیال رکھا جاتا ہوگا - کہ ایک تنکا تک نظر نہ آتا ہوگا

مگر آج تو یہ حالت ہے کہ جا بجا گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ جگہ پر مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ سوائے چند تاریخی عمارات کے سب عمارتیں مسمار ہیں۔ اور ان کے ملبہ سے اُن گوجروں نے اپنے رہائشی مکان بنائے ہیں۔ سبحان اللہ وہی ملبہ جس کے اُٹھانے کے لئے ان ہی لوگوں کے باپ دادا ہزار کوشش کرتے ہونگے اور شاہی مزدوروں میں داخل ہونا چاہتے ہوں گے۔ آج یہ لوگ اس کے مالک بن رہے ہیں۔ اور وہ جگہ جسمیں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو مہینوں وزیروں امیروں کو منت وسماجت کرنی پڑتی ہوگی۔ آج اس جگہ پر گویا گوجروں کا قبضہ ہے۔ اس قلعہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ جس کے صحن میں ایک حوض بنا ہوا ہے مگر بالکل خشک رہتا ہے۔ مسجد تمام اعلیٰ قسم کے زنگ سرخ کی ہے اور جگہ جگہ اعلیٰ قسم کے نقوش ہو رہے ہیں اس کے علاوہ اس قلعہ میں وہ برج بھی محفوظ ہے جسپر سے ہمایوں بادشاہ گرا تھا یہ ایک چھوٹا سا برج ہے سیاروں کی گردش دیکھنے کے لیے بنایا گیا تھا یہ بھی سرخ رنگ کا پتھر ہی کا زینہ ہے اور جس زینہ پر سے ہمایوں کا پاؤں پھسلا تھا وہاں سے سیڑھی کاٹ کر نشان بنایا ہوا ہے جو کہ ایسا خطرناک ہے۔ کہ مجھے خوف ہے۔ کہ کسی وقت ناواقف سیاح کیساتھ وہاں ہمایوں ساہی واقعہ پیش نہ آئے

حیران چیزوں کے دیکھتے ہوئے اور خدا کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے ہم آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ تھا۔ جو نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اور پرانے بادشاہوں کی شان و شوکت پر دلیل ہے اسکو دیکھا اور آگے چلے۔ اب جس چیز کے دیکھنے کا ارادہ تھا یہ کوئی دنیاوی بادشاہ کا مقبرہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی شاہی عمارت تھی نہ کوئی پرانا قلعہ تھا۔ بلکہ یہ ایک نہایت برگزیدہ کا مزار تھا جس نے اپنے دہر اپنے تقویٰ اپنی پرہیزگاری اور اپنے

"اخلاص اور محبت الٰہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فوت ہو گئے لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ لاکھوں نہیں کروڑوں زندوں سے بڑھ کے زندہ ہیں۔ آپنے قرب الٰہی سے وہ درجہ حاصل کیا۔ کہ خدا نے آپکے لیے موت حرام کر دی میرا مطلب ان بزرگ سے حضرۃ نظام الدین اولیا سے ہے والد صاحب حضرت مسیح موعود کو بھی آپ سے ایک خاص اُنس تھا۔ بلکہ آپ ان کے حجرے میں تشریف لیگئے تھے اور وہاں دعا بھی مانگی تھی غرض آپکے مقبرے کی سیر کرتے ہوئے دل میں بار بار جوش آتا تھا کہ ایک تو وہ بادشاہ ہے کہ جس کے آگے شاہان زماں کے سر جھکتے تھے اور انکی قبر گو کیسی عالیشان عمارت کے نیچے ہے مگر ویران اور یہ ایک فقیر ولی اللہ ہیں کہ گو بادشاہ ہمایوں سے بھی پہلے گذرے ہیں۔ لیکن اب تک ان کے مقبرے پر وہ رونق ہے کہ ایک گاؤں گاؤں بسا ہوا ہے۔ خواہ کم فہم لوگ آپکی قبر کی زیارت کو کسی غرض کے لیے آئیں لیکن وہ جو دعائیں مانگ جاتے ہیں۔ اس کا ثواب تو بہرحال آپ کو مل ہی رہتا ہوگا اس جگہ مشہور شاعر خسرو کے مزار کو بھی دیکھا یہ بھی حضرت نظام الدین صاحب کے خلفا میں سے تھے اور ایک چیز یہاں عجیب دیکھی وہ دنیا طلسمی کا ایک نقشہ تھا۔ یعنی یہاں ایک باؤلی ہے جس کے اکیطرف ایک دیوار چلی جاتی ہے جو فرمایا پچاس فٹ اونچی ہوگی۔ اتنی بڑی اونچائی پر سے چند لڑکے کچھ پیسے لیکر کودتے ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہے انسان کے لیے یہ تدبیر کا مقام ہے کہ دو چار پیسوں کے لیے ایک لڑکا پچاس فٹ اونچا جاتا ہے اور پھر زور سے پانی میں کود پڑتا ہے اور پھر اپنے آپ کو بچانے لیے تیر کر باہر آجاتا ہے۔ یہ سب کچھ کس لیے چند پیسوں کیلیے تو پھر وہ ہزاروں ہزار احسانات جو خدا انسان پر کرتا ہے۔ اور وہ بیشمار انعامات کہ جن کا وعدہ کرتا ہے ان کے بدلہ میں غافل انسان ایک پتہ تک نہیں توڑنا چاہتا افسوس افسوس

دنیا کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے کہ یوں تو ایک کام لوگ تفریحاً دو گھنٹے کرتے رہیں گے لیکن اگر خدا کی طرف سے حکم آجائے کہ یوں ضرور کیا کرو تو بہت سے آدمی فوراً اس کام کو چھوڑ دیں اور سو سو بہانہ بنانیکے لیے تیار ہو جاویں یہ خراسنجگہ کی سیر کر کے آگے روانہ ہوئے اور مفصور کے مقبرہ کی سیر کی یہ مقبرہ نواب منصور علی خاں صفدر جنگ کا ہے ایک تو وہ زمانہ تھا کہ مسلمان ہر بات میں کمال رکھتے تھے۔ مگر آج وہ زمانہ ہے کہ جس بات میں دیکھو زوال ہی زوال ہے۔ نہ علوم و فنون کا شوق ہے نہ صنعت حرفت کا نہ انجنیری میں دخل ہے۔ تو نہ زراعت و باغبانی سے واقفیت ہر بات میں اپنے ہمصروں سے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ خدا کو چھوڑ بیٹھے ہیں جسکی وجہ سے خدا انھیں چھوڑ بیٹھا ہے۔ ورنہ اس قدر جلدی اس حالت سے اس حالت تک پہنچنے سے کیا مطلب افسوس اب بھی اس موقع کو ہاتھ سے دے رہے ہیں اور وقت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ قصہ کوتاہ ہم اس جگہ سے چلکر آگے چلے اب جو جگہ دیکھنے کے قابل آئی تھی وہ قطب مینار ہے جسکے راستہ حضرت صاحب کو پچھلی دفعہ نہایت مبارک اور مبشر الہام ہوا یعنی دست تو دعائے تو ترحم از خدا۔ راستہ میں سڑک کے کنارہ پر مقبرے ہیں جن کا نام بیوی باندی کا مقبرہ مشہور ہے جو باندی کا ہے وہ تو بڑا ہے اور جو بیوی کا ہے وہ بہت چھوٹا سا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ ایک لونڈی بھی جو اپنی بیوی کو بہت پیاری تھی تو میاں نے بیوی کی لحاظ سے اس کا مقبرہ خوب اچھی طرح بنوایا لیکن جب وہ بیوی تو اس کا مقبرہ بہت چھوٹا سا بنوادیا کیونکہ اس سے کچھ محبت وغیرہ بلکہ کسی قسم کا لحاظ تھا۔ جب لحاظ نہ رہا تو اب کسی دکھاوے کی کیا ضرورت رہی۔ یہ واقعہ بھی بڑی عبرت کے قابل ہے والد صاحب حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ کے بڑے بھائی کے رعب سے بہت لوگ انکی وفات پر اظہار افسوس کرنے آئے لیکن جب وہ خود فوت ہوئے تو چونکہ حضرت صاحب کا دنیاداری سے کچھ تعلق نہ تھا اور لوگ آپ کا اس قسم کا رعب نہ مانتے تھے کوئی پوچھنے تک ہی نہیں آیا کہ کیا حال ہے اور یہ واقعات ہمارے سامنے روز ہوتے ہیں۔ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ایک معزز شخص کی زندگی میں تو اگر ان کے نوکر کو بھی پھوڑا یا پھنسی نکل آوے تو بڑے بڑے معززین دوستی اور محبت جتلانے کے لیے فوراً حاضر ہوتے ہیں کہ سنا ہے کہ آپکے نوکر کو تکلیف ہوگئی ہے ہمیں سنکر صدمہ ہوا بڑا وفادار نوکر ہے اور اس قسم کی سو باتیں بناتے ہیں لیکن اگر اسکا سایہ اٹھ جاوے تو اگر اس کا اکلوتا بیٹا بھی دکھ اور مصیبت میں ہو اور تکلیفوں نے اس کی کمر بھی توڑ دی ہو۔ تب بھی کچھ توجہ نہیں ہوتی یا تو محبت کے دعوے ہوتے ہیں یا ایک ذاتی مدت میں بات نفرت و حقارت کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ انھیں لوگوں کی بات ہے کہ جن کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور دنیا طلبی ان کے خمیر میں ہوتی ہے۔ جن کو اس شخص سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے جاہ و جلال سے ہوتی ہے ورنہ مجنوں کو تو سگ لیلیٰ تک بھی پیارا تھا تو لیلیٰ کی محبت خود سمجھ میں آسکتی ہے واقعی سچی محبت اور اخلاص تو چیرے سے پہچانا جاتا ہے۔ دیکھو آنحضرتؐ کی زندگی تھی۔ حاتم طائی کوئی بزرگ انسان نہ تھا نہ اولیاء و ابرار میں سے تھا۔ اس میں ایک نیک صفت سخاوت کی تھی۔ اسکی قوم نے آنحضرتؐ کو بہت تکلیفیں دیں۔ بلکہ بعض تو اس قوم کے آدمی آنحضرتؐ کی وفات تک مسلمان نہیں ہوئے اور حضرت عمرؓ نے جب دمشق کو فتح کیا تب جاکر مسلمان ہوئے۔ آپ کے پاس حاتم طائی کے قبیلہ کے بہت سے زن و مرد ایک لڑائی کے بعد قید ہو کر آئے۔ آپ نے ان لوگوں میں حاتم طائی کی بیٹی کو دیکھا۔ تو فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ حاتم جیسے آدمی کی بیٹی قید میں۔ آپ نے حکم دیا کہ اسکو فوراً چھوڑ دیا جائے۔ مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ جبتک میری قوم کے لوگ چھوٹیں میں آزاد ہونا نہیں چاہتی۔ آپ نے اس بات پر سب کو چھوڑ دیا یہ کیا تھا وہی محبت تھی جو سخاوت کی وجہ سے آپ کو حاتم طائی

سے بھی جس نے اسکے مرنے کے بعد جبکہ اس کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ آں حضرت کو مجبور کیا کہ اسکی لڑکی بلکہ اس کی کل قوم کو چھوڑ دیں۔ اور قید غلامی سے آزاد کر دیں اور صرف آنحضرت کی نیکی تک نیکی نہ تھی آپ کا اثر آپ سے گذر کر صحابہ پر بھی جا پڑا تھا (کاش میری قوم بھی اے رنگ سے رنگین ہو اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپکے غلام مسیح موعود کے نیک صفات سے حصہ لے (آمین) چنانچہ ایک موقع پر جبکہ ایک عیسائیوں کی قوم قید ہو کر آئی تو اسکے بادشاہ کی لڑکی بھی اُن قیدیوں میں تھی۔ جو کہ ایک ادنیٰ صحابی کے حصہ میں آئی اسے یہ بات ناپسند ہوئی۔ آنحضرت سے درد دل بیان کیا آپنے اُسے آزاد کروا دیا۔ اُس کے باپ کو خبر ہوئی تو صدق دل سے مسلمان ہوا۔ اور اپنی لڑکی کو ازواج مطہرات میں داخل کرنیکی خواہش ظاہر فرمائی۔ آں حضرت ابھی شش و پنج میں تھے کہ لشکر میں یہ خبر پھیل گئی۔ صحابہ نے اپنی محبت کے جوش میں سب قوم کی قوم کو آزاد کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی قوم کے لوگ ہمارے غلام نہیں رہ سکتے آپنے بھی اس خبر کو سنکر اس سے بیاہ کر لیا غرض کہ نیک لوگوں کی محبت نہایت بے غرضانہ ہوتی ہے اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اس سے یہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے کہ اصل تعلق خدا سے پیدا کرے کیونکہ اس پر تو فنا نہیں

تو وہ فوت ہو گا نہ اسکی عظمت و شان جاتی رہے گی گو دنیا کو اس انسان سے بے رخی کرنے کا موقعہ ملے بیشک ایک آقا فوت ہو سکتا ہے ایک سردار کی اپنی عظمت جا سکتی ہے ایک باپ پر قضا الٰہی اپنا کام کرتی ہے ایک بھائی کو دنیا چھوڑ دیتی ہے ایک دوست بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے نہ وہ مرتا ہے نہ اُسکی عظمت کم ہوتی ہے۔ اسلیے جو اسکا دوست بنے اور اس سے تعلق رکھے دنیا اُس پر اسوجہ سے ظلم نہیں کر سکتی کہ اب وہ جس کے باعث اس کا لحاظ تھا نہیں رہا تو اب اس کا لحاظ۔

بات بڑھ گئی مگر میرا مطلب نصیحت ہے اگر کوئی فائدہ اُٹھائے تو فبہا ورنہ میرا کچھ نقصان نہیں بلکہ خود اسکا نقصان ہے میں تو اس نصیحت کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اے میرے بھائیو! خواہ وہ مجھے چھوٹے ہو یا بڑے جس نے محبت کر دیکھی کر دموٹھ دیکھنے کی محبت نہ ہو کیونکہ جو انسان سچی محبت نہیں کر سکتا کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ سے سچی محبت کر سکے الغرض ہم قطب مینار پر پہنچے یہ دنیا کی بینظیر عمارتوں میں سے ہے اس سے اونچی کوئی عمارت نہیں۔ اس کے اب سات کھنڈ ہیں اب صرف پانچ رہ گئے ہیں نیچے کا کھنڈ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں قطب الدین ایبک نے بنایا ہے اور باقی اوپر کے کھنڈ سلطان شمس الدین التمش نے بنائے ہیں یہ ایک مسجد کا کھنڈ ہے اس جگہ پر ایک مسجد بنانے کی تحریک تھی کہ ناگہاں ہی رہی اس مینار کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اسقدر اونچا مینار کس طرح بنایا گیا یورپین سیاح بھی دیکھکر سخت حیران ہوتے ہیں۔ ہمارا تو بے اختیار سبحان اللہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ وہ عرب کا رہنے والا انسان جسکی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسے بعض اوقات فاقہ تک گزر جاتا ہے ایسا پاک اور خدا رسیدہ انسان تھا۔ اس کے وجود میں خدا نے ایسی برکتیں پوشیدہ رکھی تھیں کہ خدا نے اس گمنامی کے مقام سے نکال کر اسے اونچے مقام پر کھڑا کیا کہ اس کے غلاموں کے غلاموں نے آپکے نام کو ہندوستان جیسے بت پرست ملک میں آکر پھیلایا اور انکی کوششوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں مشرکوں نے ہندوستان میں بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ کے نعرے مارے اور جن کے وجود سے ہندوستان میں ہزاروں مساجد تیار ہوئیں۔ چنانچہ یہ مینار ایسی ہی یادگار ہے اگرچہ اس مینار سے دو بچے دو اور مینار ہیں ایک مصر میں ایک اٹلی میں لیکن جو خوبی اور عمدگی اس میں ہے وہ اور کسی

نہیں اس کے پاس ایک اور چھوٹی سی لاٹ ہے یہ لوسے کی بنی ہوئی ہے اور ہندوں کے زمانہ کی ہے اور ایک مندر کے محن میں ہے جو خود خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہے کیونکہ اب اسکی بعض دیواروں پر بڑے جلی حرفوں میں لا الہ الا اللہ نظر آتا ہے - یہاں سے ہم آگے خواجہ قطب الدین صاحب کی مزار پر گئے جو کہ خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ گزرے ہیں ان بزرگوں پر خدا کے لاکھوں لاکھ فضل ہوں ہندوستان میں اسلام پھیلانے کا ذریعہ یہی لوگ ہوئے ہیں اسوقت جبکہ اسلام کے نام سے ہندو متنفر تھے اور وحشی جانور کی طرح دور بھاگتے تھے - انھوں نے اپنے تقویٰ زہد عبادت نیک نفسی کی وجہ سے انھیں رام کیا اور ہزاروں ہزار مخلوق کو اپنی طرف کھینچ لیا اور دائرہ اسلام میں داخل کیا - جزاہم اللہ احسن الجزا ان لوگوں کے حالات پڑھ دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے کوئی خواہش نہیں کوئی غرض نہیں بس خدا کے لیے انھوں نے اپنے اوپر موت قبول کی مگر پھر زندگی بھی وہ ملی کہ اسے کوئی ختم ہی نہیں کر سکتا - انکی وجہ سے جو ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے ہدایت پائی حدیث صحیح کی مطابق وہ انکی اولاد جو نیک عمل کرتے ہیں اسکا ثواب انھیں بھی پہنچ رہا ہے نہ معلوم کتنے لاکھوں بزرگ اس ملک ہندوستان میں گزرے ہیں ان سب کے افعال کا اجر وہ بھی پا رہے ہیں کاش کہ ان لوگوں کی قبروں کو دیکھکر لوگ بجائے شرک کرنے نے دعا کیا کریں کہ خدا انھیں بھی وہی دے - اس جگہ پر ایک بات افسوس کے قابل تھی یہاں کے مجاور جنھیں خواجہ صاحب کے خاندان سے ہونیکا دعویٰ ہے - اب روحانیت اسقدر دور جا پڑے ہیں کہ سوال سے انھیں عار نہیں رہا اور سوال بھی پھر زور سے کرتے ہیں - شائد اکا دکا آدمی ہو تو اسے اپنے کپڑے بچانے بھی مشکل ہو جاویں - یہ بھی خدا کی شان ہے جو لوگ عفیف اتھے ان کے پس ماندے اب اس حالت میں ہیں مگر بعد زمانہ سے یہ بات کچھ بعید بھی نہیں - یہاں سے قریب ہی شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا مزار ہے اسے بھی دیکھا اور کچھ مساجد ہیں انکے دیکھنے کے بعد واپس آئے - جمعہ کے دن ہفتہ کی رات کو نیگشن کے کمرہ میں میرا لکچر تھا وقت پر وہاں پہنچے تو چھ سات سو آدمی موجود تھا - بعض رؤسا دہلی بھی آئے تھے لکچر انشاء اللہ تشحیذ الاذہان میں چھپ جاوے گا میں نے جسطرح خدا تعالیٰ نے سمجھایا وہاں بیان کیا کہ مذہب کیا ہے اور سچی مذہب کی نشانی یہ ہے کہ وہ انسان کو خدا تک پہنچائے اور اس سے تعلق پیدا کروائے اور بنی نوع انسان میں نیکی اور امن قائم کرے اور چونکہ قرآن شریف ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے لیکن برخلاف اس کے آریہ مذہب کے اصول ہمیں خدا تعالیٰ سے متنفر کرتے ہیں اس لیے اسلام تو سچا مذہب ہے اور آریہ مذہب نہیں مثلاً اسلام خدا تعالیٰ کی صفت کے متعلق نہایت پاک تعلیم دیتا ہے لیکن اگر آریہ مذہب خدا کو خلقیت سے جواب دیکر تناسخ کا قائل ہو کر ابدی نجات کا انکار کر کے تو بہ کو لغو قرار دیکے ہمیں خدا تعالیٰ متنفر کر دیتا ہے جس سے اسکی لغویت ثابت ہوتی ہے - اسی طرح اسلام اور آریہ مذہب کی تعلیم کا مقابلہ کر کے دکھایا گیا کہ اسلام تو دنیا میں امن قائم کرتا ہے لیکن آریہ مذہب فساد ڈلواتا ہے چونکہ مضمون لمبا ہوتا ہے اس لیے میں اس خلاصہ کو بھی یہیں چھوڑتا ہوں - چونکہ حضرۃ خلیفۃ المسیح کا حکم تھا اسلیے مفتی کو قصور کی طرف روانہ ہوا جہاں کے احمدیوں نے ایک جلسہ کیا تھا - بارہ تاریخ کی شام کو جلسہ تھا صبح کو وہاں تھوڑی دیر تک لاہور اور فیروز پور کی جماعتوں سے بہت سے آدمی اور بھی آئے -

یہ جگہ چونکہ وہی ہے جہاں مولوی غلام دستگیر قصوری ہوا ہے اس لیے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہاں جلسہ ہونا بھی احمدیوں کی ایک بڑی فتح ہے غالباً اسکی روح بھی اُس دن بے چین ہوگی ایک بات جو یہاں عجیب معلوم ہوئی یہ تھی کہ ایک مولوی صاحب نے اس جلسہ میں توحید کا لکچر دینے کا ارادہ کیا تھا (آپ غیر احمدی ہیں) مگر خدا کی قدرت لوگوں کے کہنے سننے سے آخر انکار کر دیا۔ سبحان اللہ ایک انسان کو خدائی صفات دیکر آسمان پر چڑھانیوالی قوم خدا نے توحید پر بولنے تک کا موقع تک نہ دیا مگر مجھے تو ان لوگوں کے بغضوں اور کینوں پر تعجب ہے خدا کا شکر ہے کہ ایسی جگہ میں جہاں لوگ انسانوں سے ڈر کر خدا کی توحید تک بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں احمدی جماعت بہت ہی مخلص ہے خدا کرے انمیں دنبات ترقی ہو میرا مضمون یہاں تقوی پر تھا جو انشاء اللہ تسہید الاذہان میں چھپ جاویگا۔ میں شام کو پھر روانہ دہلی ہوا وہاں دوبارہ میرے لکچر کی تجویز ہوئی اور اب کی میرا لکچر اسلام اور عیسائیت پر تھا اس کا بھی لوگوں پر اثر اچھا ہوا۔ دہلی کی پبلک اس بات پر بہت حیران تھی کہ یہ لوگ ہماری طرح آنحضرت ﷺ کی عزت کرتے ہیں۔ افسوس لاعلمی نے لوگوں کو تباہ کیا نادان نہیں جانتے کہ ہم ان سے کہیں بڑھکر عزت کرتے ہیں چونکہ بات بہت بڑھ گئی اس لیے میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اتوار کی شام کو ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ دہلی کے باخلاص احمدی جو چند ایک ہی ہیں سٹیشن پر چھوڑنے آئے ریل کے چلتے وہیں رہے میں اگرچہ دہلی سے چلا تو سہی مگر یہ دعا کرتا ہوں کہ خدا وہ دن لائے کہ اس شہر کو پھر ہدایت دے اور اس میں پھر اسی قسم کے برگزیدہ لوگ ہوں جنکے مزار بکثرت وہاں پائے جاتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ اب وہ دہلی نہیں رہی جو حضرت صاحب کے جانیکے وقت تھی بلکہ اسمیں کئی روحیں سعادت کی طرف جھک رہی ہیں۔ اب مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس دورہ کا اثر تم پر بھی کرے جس سے میں نے یہ مضمون لکھا ہے کاش کہ تم لوگ واقف ہو کہ میں تمہاری خیر خواہی کیلئے کیا درد محسوس کرتا ہوں میں نے جو کچھ لکھا ہے سچے جوش اور خیر خواہی سے لکھا ہے۔ ورنہ میں تو اُن لوگوں میں سے ہوں جو پکار پکار کر۔ کہتے ہیں کہ ان اجری الا علی اللہ۔

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد عفی اللہ عنہ

ہندوستان کا سب سے سستا و سب سے بہتر اخبار

روزنامہ **اخوت** لکھنؤ

جو محض قومی خیالات کی ترجمانی کے لیے نکالا گیا ہے۔ مسلمانوں کے سینوں میں جو آگ مشتعل ہے اگر اسکی چنگاریاں دیکھنا ہے تو اخبار "اخوت" لکھنؤ سے منگائیے۔

قیمت سالانہ ۱۰ر معہ خرچ ڈاک المشتہر منیجر

نظام

کے نام سے ایک جدید ماہوار رسالہ لاہور سے شائع ہونے والا ہے جو آدبی تاریخی علمی اور صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہوگا یہ رسالہ اعلیٰحضرت نظام دکن کے قومی خطاب محی الملۃ والدین کی یادگار میں جاری کیا گیا ہے۔ پہلا نمبر جس میں مضامین نثر کے علاوہ ڈاکٹر اقبال۔ لسان العصر اکبر الہ آبادی خواجہ دلی محمد صاحب ایم اے خلیفہ عبدالحکیم صاحب ایم اے۔ اور منشی احمد حسین صاحب بی اے وغیرہ مشہور شعرا کی نظمیں بھی درج ہیں ۱۵ مارچ تک چھپ جائے گا قیمت سالانہ عہ

ٹ رسالہ نظام لاہور سے منگائیے ٹ

دارالامان ہفتہ

Digitized by Khilafat Library

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طبی مشورے کے واسطے چند یوم کے لئے لاہور تشریف لیگئے ہیں۔

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے مولوی شیر علی صاحب ناظر اعلیٰ نے سالانہ جلسے کے متعلق ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں سالانہ جلسے کے انعقاد کی تاریخیں ۱۵-۱۲-۷ مارچ ۱۹۱۶ء بروز جمعہ - اتوار - پیر مقرر کیگئی ہیں امید ہے کہ احباب سالانہ جلسہ کو بارونق بنانے کی کوشش کریں گے۔

(۳) حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان سے روانہ ہونے سے پہلے بعد نماز عصر ایک مختصر سی تقریر فرمائی جسکا خلاصہ ہماری اپنی زبان میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اپنے بعد ایک امیر مقرر فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات بظاہر معمولی نظر آنیوالے صحابہ کو حضرت ابوبکر حضرت عمر جیسے آدمیوں پر امیر مقرر کر دیا جاتا تھا۔ میں نے پہلے سفروں میں بھی اسی طرح امیر مقرر کیے ہیں۔ اور ہر سفر میں ایک نہ ایک امیر مقرر کیا ہے۔ پہلا امیر اس لئے علیحدہ نہیں کیا گیا کہ وہ لائق نہ تھا بلکہ فرق تھا بلکہ اسلئے کہ جماعت میں اسطرح اطاعت کا رنگ پیدا ہو۔

ایک سفر میں میں نے خلیفہ رشید الدین صاحب کو امیر سفر کیا اور ایک سفر میں مولوی شیر علی صاحب کو اس طرح ایک سفر میں مولوی سید سرور شاہ صاحب کو اسی طرح اب بھی جبکہ میں علمی مشورہ کیلئے لاہور جا رہا ہوں اپنے پیچھے قاضی سید امیر حسین صاحب کو امیر قادیان مقرر کرتا ہوں میرے بعد ہر ایک کام اوسی طرح ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا۔ مثلاً اگر کوئی کام صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہے تو وہ اونکے افسر کرینگے امور عامہ کے ماتحت ہے تو وہ افسر امور عامہ کریگا۔ اسی طرح اور صیغوں کے افسر اپنا اپنا کام جسطرح کرتے ہیں کرینگے۔ قادیان کی جماعت کو کوئی فوری ضرورت اگر کسی قسم کی پیش آوے تو اوسکے لئے قاضی سید امیر حسن صاحب کی رائے واجب الاطاعت ہوگی بشرطیکہ وہ اپنی کوئی خاص رائے دیں اگر کسی آدمی کے سپرد اس معاملہ کو کریں تو اوسکا فرض ہوگا۔

بعض لوگ خلیفہ کے بعد امیر سے وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو خلیفہ کا کام ہے۔ خلیفہ اور امیر میں فرق ہے آنحضرت صلعم جب کوئی دو شخص سفر کو جانے لگتے تو ان میں بھی امیر مقرر فرماتے۔ قادیان کا امیر ویسے ہی اختیارات رکھتا ہے جیسا کہ ہم اگر کوئی امیر سیالکوٹ میں مقرر کر دیں تو وہ صرف وہاں کی مقامی جماعت کا امیر ہوگا۔ دوسری جماعتوں سے اوسے کچھ تعلق نہ ہوگا۔ اسیطرح قادیان کا امیر ہے لیکن چونکہ قادیان مرکز ہے اسلئے اسکو ایک فوقیت حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر باہر کسی جماعت میں کوئی فوری ضرورت پیش آوے تو اوسکا وہ انتظام کریگا۔ اور یہ فوقیت مرکز کی وجہ سے ہے ورنہ امیر خلیفہ نہیں ہوتا۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں امیر بنانے سے آزادی نہیں رہتی میں کہتا ہوں کہ آزادی تو ایسی ہے۔ آج ایسی آزادی جیسے انگلینڈ فرانس امریکہ میں ہے اور کہاں ہے جن میں ایسی آزادی کہاں ہے جہاں ہر ایک آدمی ایک دوسرے کے تباہ کرنے کی فکر میں ہے آزادی اسی میں ہے سلطنت اور قانون کی حفاظت میں آدمی جو چاہے کرے پس امیر آزادی کو روکتا نہیں بلکہ اصل آزادی اسی میں ہے۔

آخر میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ میرے اس سفر میں قاضی سید امیر حسن صاحب میرے بعد قادیان کی جماعت کے امیر ہونگے۔

(۴) ایڈیٹر صاحب الحکم حضرت کے حکم کے ماتحت پہلے جمعہ بعد سالانہ جلسہ وہاں سے قادیان بخیر و عافیت واپس تشریف لیگئے ہیں یہ اخبار بھی آپ کی غیر موجودگی میں ہی شائع کیا جاتا ہے